فلسفہ
اذانِ قبر

فلسفۂ اذانِ قبر

تصنیف

علامہ عبدالستار ہمدانی ''مصروف''
برکاتی نوری

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان

نور مسجد کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی، فون:2439799

نام کتاب : فلسفۂ اذانِ قبر

ازافادات : حضرت علامہ عبدالستار ہمدانی ''مصروف'' برکاتی نوری

سن اشاعت (اول) : صفر المعظم ۱۴۲۸ھ۔ مارچ ۲۰۰۷ء

سن اشاعت (دوم) : صفر المعظم ۱۴۲۸ھ۔ مارچ ۲۰۰۷ء

تعداد : ۳۰۰۰

ناشر : جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی، فون:2439799

خوشخبری: یہ رسالہ website:ishaateahlesunnat.net

www.ishaateislam.net

پر موجود ہے۔ اور کتب خانوں پر بھی دستیاب ہے۔

فہرست عنوانات

پیشِ لفظ

الحمد لله رب العالمين و الصلوٰة و السلام علٰى رسوله الكريم ، اما بعد!

محترم قارئین کرام آپ کے ہاتھ میں موجود رسالہ کوئی نئے موضوع پر نہیں بلکہ یہ وہ موضوع ہے جو کہ چند بد مذہبوں کی شرارت اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے عوام الناس میں انتشار کا باعث بنا ہوا ہے حالانکہ یہ کوئی ایسا معاملہ نہیں ہے کہ جس میں کسی کو اختلاف ہو۔ ہم اہلسنت والجماعت جو بھی کام کریں خواہ وہ کتنا ہی اچھا اور فائدے مند کیوں نہ ہو مگر ان لوگوں کا شروع سے یہ وتیرہ رہا ہے کہ شرک و بدعت کی فتوے لگاتے رہتے ہیں، چاہے وہ نذر و نیاز ہو، میلاد ہو، یا کوئی اور کام۔ اسی طرح قبر پر اذان دینا اس کو بھی انہوں نے اپنی انا کا مسئلہ بنایا ہوا ہے، جب کہ قبر اذان دینا ایک مستحب عمل ہے جیسا کہ آندھی طوفان، جنگ و جدال یا کوئی اور مصیبت آئے تو اس وقت اذان دینا مستحب اور مستحسن ہوتا ہے۔ انسان جب مرتا ہے تو تدفین کے بعد سب سے مشکل ترین وقت آتا ہے کہ فرشتے قبر میں اس کے ربّ اور دین کے متعلق سوال کرتے ہیں اور ایسے میں شیطان مردے کو بہکانے کی کوشش کرتا ہے۔ تو کیا اس وقت قبر پر اذان دینا مردے کے لئے فائدہ مند نہ ہوگا یقیناً ہوگا، جیسا کہ حدیث شریف میں آیا:

''جب اذان دی جاتی ہے تو شیطان چھتیس میل دور بھاگ جاتا ہے''۔

معلوم ہوا جب شیطان ہی نہ رہے گا تو بہکانے والا کون ہوگا۔ اور انشاء اللہ اس کی برکت سے مردے کو جوابات میں آسانی ہو جائے گی۔ اب بات رہی چند لوگوں کی، اگر وہ نہیں چاہتے کہ شیطان ان کی قبروں سے بھاگے تو ان کا فعل ہے۔

حضرت علامہ مولانا عبد الستار ہمدانی صاحب نے مکمل دلائل کے ساتھ اذانِ قبر کا ثبوت

پیش کیا ہے اور اس کو جمعیت اشاعت اہلسنت اپنی اشاعت 155 میں آپ حضرات کے لئے شائع کر رہی ہے تا کہ اس کو پڑھ کر ہم اپنے عقائد کے متعلق صحیح طور پر باخبر رہیں۔

فقط والسلام

خادم علماء اہلسنت سید محمد طاہر نعیمی

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

آغازِ سخن

میت کو دفن کرنے کے بعد قبر کے پاس اذان دینا ملت اسلامیہ میں رائج اور مشروع ہے لیکن دورِ حاضر میں یہ مسئلہ منافقین زمانہ کے اختلاف کی وجہ سے عوام الناس میں الجھا ہوا ہے کہ قبر پر اذان دینے کے معاملہ میں کئی مقامات پر شدید اختلافات رونما ہوتے ہیں بلکہ کہیں کہیں تو جبر وظلم اور مار پیٹ تک کی نوبت پہنچتی ہے۔ منافقین زمانہ دفن میت کے بعد قبر پر اذان دینے کو سختی سے روکتے ہیں بلکہ تشدد کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ لہٰذا قارئین کرام کی آسانی اور فتنہ وفساد سے بچنے کے لئے اس مسئلہ کو عام فہم، سلیس زبان میں شرعی دلائل کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔

مسئلہ:

دفن کے بعد قبر پر اذان دینا یقیناً جائز ہے، اس کے منع ہونے کی شریعت مطہرہ میں کوئی دلیل نہیں اور جس کام سے شریعت نے منع نہ فرمایا ہو، وہ کام ہرگز منع نہیں۔ صرف یہی دلیل اس اذان کو جائز کہنے والوں کے لئے کافی ہے، البتہ جو لوگ منع کرتے ہیں ان پر لازم ہے کہ وہ شرعی دلیلوں سے اپنا دعویٰ ثابت کریں۔ (إيذان الأجر في أذان القبر، مطبوعہ یونائیٹڈ انڈیا پریس، لکھنؤ، بار ہفتم، ص۲)

دلیل نمبر 1:

صحیح احادیث کریمہ سے ثابت ہے کہ منکر نکیر کے سوالات کے وقت شیطان دھوکہ دینے اور بہکانے کے لئے قبر میں پہنچتا ہے، حدیث پاک ملاحظہ فرمائیں:

امام ترمذی اپنی کتاب ''نوادر الاصول'' میں امام اجل حضرت سفیان ثوری رضی اللہ

تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

إِذَا سُئِلَ الْمَيِّتُ مَنْ رَّبُّكَ تَرَاءَى لَهُ الشَّيْطَانُ فِيْ صُوْرَةٍ يُشِيْرُ إِلٰى نَفْسِهٖ أَيْ أَنَا رَبُّكَ، فَلِهٰذَا وَرَدَ سُؤَالُ التَّثْبِيْتِ لَهٗ حِيْنَ يُسْئَلُ (نوادر الأصول في معرفة أحاديث الرسول، مطبوعہ: دار صادر، بیروت، ص۳۲۳)

ترجمہ: ''جب مردے سے سوال ہوتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ شیطان اس پر ظاہر ہوتا ہے اور اپنی طرف اشارہ کرتا ہے، یعنی میں تیرا رب ہوں۔ اس لئے حکم آیا کہ میت کے لئے جواب میں ثابت قدم رہنے کی دعا کریں''۔

امام ترمذی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:

وَ يُؤَيِّدُهٗ مِنَ الْأَخْبَارِ قَوْلُ النَّبِيِّ ﷺ عِنْدَ دَفْنِ الْمَيِّتِ اَللّٰهُمَّ أَجِرْهُ مِنَ الشَّيْطَانِ فَلَوْ لَمْ يَكُنْ لِلشَّيْطَانِ هُنَاكَ سَبِيْلٌ مَا كَانَ لِيَدْعُوْا لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِأَنْ يُجِيْرَهٗ مِنَ الشَّيْطَانِ (ایضاً)

ترجمہ: ''قبر میں بہکانے کے لئے شیطان آتا ہے، اس کی تائید ان حدیثوں سے ہوتی ہے کہ حضور اقدس ﷺ میت کو دفن کرتے وقت دعا فرماتے کہ الٰہی! اسے شیطان سے بچا، اگر وہاں شیطان کا کچھ بھی دخل نہ ہوتا تو حضور اقدس ﷺ میت کے لئے شیطان کے مکر سے حفاظت کی دعا کیوں کر فرماتے''۔

ثابت ہوا کہ منکر نکیر کے سوالات کے وقت شیطان قبر میں دخل انداز ہوتا ہے اور جواب دینے میں بہکاتا ہے۔ یہ وہ نازک مرحلہ ہوتا ہے کہ اس وقت میت کا جواب میں ثابت قدم رہنا ضروری بلکہ اشد ضروری ہے، میت کو ثابت قدم رکھنے کے لئے احادیث کریمہ میں حکم آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ اے اللہ! اسے شیطان سے محفوظ رکھ۔ شیطان سے محفوظ

رہنے کے لئے شیطان کو بھگانہ ضروری ہے۔ اگر شیطان بھاگ گیا تو اب بہکانا غیر ممکن ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ شیطان کو کس طرح بھگائیں؟ شیطان کو بھگانے کی تدبیر بھی ہمارے رحیم وکریم آقا ومولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں تعلیم فرمائی ہے۔

صحیح بخاری شریف اور صحیح مسلم شریف میں جلیل القدر صحابی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس، رحمت عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

إِذَا أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ أَدْبَرَ الشَّيْطَانُ وَ لَهُ حُصَاصٌ (الصحيح المسلم، باب فضل الأذان و هرب الشيطان، مطبوعہ: قدیمی کتب، کراچی، ج ۱، ص ۱۶۷)

ترجمہ: ''جب موذن اذان کہتا ہے، شیطان پیٹھ پھیر کر گوز زناں (پاد مارتا ہوا) بھاگتا ہے''۔

صحیح مسلم شریف میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

''جب موذن اذان کہتا ہے تو شیطان چھتیس (۳۶) میل تک بھاگ جاتا ہے''۔ (ایضاً)

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی (متوفی ۳۶۰ھ) اپنی کتاب ''المعجم الاوسط'' میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حدیث میں حکم آیا ہے کہ:

''جب شیطان کا کھٹکا ہو، فوراً اذان کہو کہ وہ دور ہو جائے گا''۔ (فتاویٰ رضویہ (مترجم)، ج ۵، ص ۶۵۵)

یہاں تک کی گفتگو سے ثابت ہوا کہ منکر نکیر کے سوالات کے وقت قبر میں شیطان مداخلت کرتا ہے اور جواب دینے میں میت کو بہکاتا ہے اور حدیث شریف کے ارشاد کے مطابق شیطان اذان سے بھاگتا ہے اور شیطان کو دفع کرنے کے لئے اذان کہنے کا حکم حدیث شریف سے وارد ہے۔ لہٰذا اپنے مسلمان بھائی کو قبر میں منکر نکیر کے سوالات کے صحیح جواب دینے میں ثابت قدم رکھنے، شیطان کے بہکاوے اور کھٹکے سے محفوظ و مامون، نیز اس

کو دور بھگانے کے لئے اذان کہی جاتی ہے اور یہ اذان حدیثوں سے اخذ کی ہوئی ہے بلکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عین ارشاد کے مطابق ہے اور اس میں اپنے مرحوم بھائی کی عمدہ امداد واعانت بھی ہے۔

دلیل نمبر 2:

امام احمد، امام طبرانی اور امام بیہقی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کرتے ہیں:

لَمَّا دُفِنَ سَعْدُ بْنُ مَعَاذٍ وَ سُوِّىَ عَلَيْهِ فَسَبَّحَ النَّبِيُّ ﷺ وَ سَبَّحَ النَّاسُ مَعَهُ طَوِيْلاً ثُمَّ كَبَّرَ وَ كَبَّرَ النَّاسُ ثُمَّ قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! لِمَ سَبَّحْتَ ثُمَّ كَبَّرْتَ؟ قَالَ: لَقَدْ تَضَايَقَ عَلٰى هٰذَا الرَّجُلِ الصَّالِحِ قَبْرُهُ حَتّٰى فَرَّجَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ (مسند الإمام أحمد بن حنبل، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت، ج ۳، ص ۳۶۰، ۳۷۷)

ترجمہ: ''جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ دفن ہو چکے اور ان کی قبر درست کر دی گئی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دیر تک سُبْحَانَ اللّٰهِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ فرماتے رہے اور صحابہ کرام بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سُبْحَانَ اللّٰهِ کہتے رہے، پھر حضور اقدس اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ فرماتے رہے اور صحابہ بھی حضور کے ساتھ اَللّٰهُ أَكْبَرُ کہتے رہے، پھر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نے عرض کی یا رسول اللہ! حضور اول تسبیح پھر تکبیر فرماتے رہے؟ ارشاد فرمایا کہ اس نیک مرد پر اس کی قبر تنگ ہوئی تھی، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے وہ تکلیف اس سے دور فرما کر قبر کشادہ فرما دی''۔

شرح حدیث:

اس حدیث کی شرح میں علامہ امام شرف الدین حسن بن محمد طیبی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

أَیْ مَا زِلْتُ أُکَبِّرُ وَ تُکَبِّرُوْنَ وَ أُسَبِّحُ وَ تُسَبِّحُوْنَ حَتّٰی فَرَّجَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی (مرقات المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، الفصل الثالث من إثبات عذاب القبر، مطبوعہ: مکتبہ امدادیہ، ملتان، ج۱،ص۲۱۱)

ترجمہ: ''حدیث کے معنی یہ ہیں کہ میں اورتم برابر (مسلسل) اَللّٰهُ أَکْبَرُ، اَللّٰهُ أَکْبَرُ اورسُبْحَانَ اللّٰهِ،سُبْحَانَ اللّٰهِ کہتے رہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس تنگی سے انہیں نجات بخشی''۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میت پرآسانی کے لئے دفن کے بعد قبر پر اَللّٰهُ أَکْبَرُ، اَللّٰهُ أَکْبَرُ بار بار فرمایا اوریہی مبارک الفاظ اذان میں چھ (۶) مرتبہ ہیں تو دفن کے بعد قبر پر اَللّٰهُ أَکْبَرُ، اَللّٰهُ أَکْبَرُ کہنا عین سنت نبوی ہوا۔ رہا سوال یہ کہ اذان میں صرف اَللّٰهُ أَکْبَرُ، اَللّٰهُ أَکْبَرُ ہی نہیں بلکہ دیگر زائد کلمات طیبہ بھی ہیں۔ حدیث شریف کا پھر ایک مرتبہ بغور مطالعہ فرمائیں تو معلوم ہوگا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو دفن کرنے کے بعد ان کی قبر پر صرف اَللّٰهُ أَکْبَرُ، اَللّٰهُ أَکْبَرُ ہی نہیں فرمایا بلکہ اللہ اکبر کے ساتھ ساتھ سُبْحَانَ اللّٰهِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ بھی فرمایا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میت کی آسانی کے لئے قبر پر تکبیر اور تسبیح یعنی اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا فرمائی۔ آپ للہ انصاف فرمائیے! کہ اذان میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا ہے یا نہیں؟ اور یہ حمد وثنا بھی ہم حدیث نبوی کی متابعت میں ہی کرتے ہیں۔

اذان میں جو دیگر کلمات ہیں، وہ تمام اللہ تبارک وتعالیٰ کے ذکر پر ہی مبنی ہیں اوران زائد کلمات سے معاذ اللہ کچھ نقصان نہیں، بلکہ یہ زائد کلمات زیادہ فائدہ منداور مقصد کی تائید

کرتے ہیں۔ قبر پر اذان دینے کا مقصد صرف یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے رحمت الٰہی کا نزول ہو اوراس کی برکت سے میت پر قبر میں آسانی ہو۔

ہمارے لئے قبر پر بعد دفن اذان دینے کے لئے مندرجہ بالا حدیث شریف ہی ثبوت کے لئے کافی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو دفن کرنے کے بعد ان کی قبر پر دیر تک اَللّٰهُ أَکْبَرُ، اَللّٰهُ أَکْبَرُ فرماتے رہے اورہم بھی اپنے مردوں کو دفن کرنے کے بعد انہیں کلمات اَللّٰهُ أَکْبَرُ، اَللّٰهُ أَکْبَرُ کو بصورت اذان ادا کرتے ہیں۔ اس تکبیر سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد ذکر خدا کے ذریعہ نزول رحمت و برکت کر کے میت پر آسانی پیدا کرنا تھا اوراذان دینے میں وہی کلمات دہرا کر ہمارا مقصد بھی یہی ہے۔

شاید اب بھی کوئی منع کرنے والا یہ رونا روئے کہ اذان میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے علاوہ جو دیگر کلمات ہیں، ان کا کیا مطلب؟ جواباً عرض ہے کہ آپ مسائل حج سے اگر واقف ہیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ حدیث شریف میں ''تلبیہ'' کے کون سے الفاظ وارد ہیں؟ اگر نہیں معلوم ہے تو ہم وہ حدیث پیش کئے دیتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: لَبَّیْکَ، اَللّٰهُمَّ لَبَّیْکَ، لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَ النِّعْمَةَ لَکَ وَ الْمُلْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ (الصحیح المسلم، باب التلبیة، و صفتها، ج۱،ص۳۷۵۔ الجامع لابی دائود، باب کیف التلبیة، ج۱،ص۲۵۲۔ الجامع الترمذی، باب ما جاء فی التلبیة، ج۱،ص۱۰۲۔ السنن للنسائی، کیف التلبیة، ج۲،ص۱۳۔ السنن لابن ماجه، باب التلبیة، ج۲،ص۲۰۹۔ المسند لأحمد بن حنبل، ج۱،ص۳۰۲)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دعائے تلبیہ میں یہ الفاظ کہے: لَبَّیْکَ، اَللّٰهُمَّ

لَبَّیْکَ، لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَ النِّعْمَةَ لَکَ وَ الْمُلْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ

حدیث شریف میں تلبیہ کے وہی الفاظ وارد ہیں جو مندرجہ بالا حدیث میں مذکور ہیں لیکن اجلہ صحابہ عظام مثلاً: امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت امام حسن مجتبیٰ وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین تلبیہ کہ الفاظ میں دیگر الفاظ ملانے کو روا رکھتے ہیں اور ان حضرات کے نقش قدم پر چل کر ملت اسلامیہ کے عظیم الشان ائمہ کرام اور فقہائے عظام نے بھی تلبیہ میں زیادتی الفاظ کو روا رکھنا اختیار فرمایا ہے۔

فقہ کی مشہور و معروف کتاب ''ہدایہ'' میں ہے:

لَا یَنْبَغِیْ اَنْ یُخِلَّ بِشَیْءٍ مِنْ هٰذِهِ الْکَلِمَاتِ لِاَنَّهٗ هُوَ الْمَنْقُوْلُ فَلَا یُنْقِصُ عَنْهُ وَ لَوْ زَادَ فِیْهَا جَازَ لِاَنَّ الْمَقْصُوْدَ الثَّنَاءُ وَ اِظْهَارُ الْعُبُوْدِیَّةِ فَلَا یُمْنَعُ مِنَ الزِّیَادَةِ عَلَیْهِ (الهدایة، باب الإحرام، مطبوعہ: المکتبۃ العربیۃ، کراچی، ج ا، ص ۳۱۷)

ترجمہ: ''ان کلمات میں کمی نہ کرنی چاہئے کہ یہی کلمات نبی ﷺ سے منقول ہیں تو ان کلمات میں سے گھٹائے نہیں اور اگر بڑھائے تو جائز ہے کہ مقصود اللہ تعالیٰ کی تعریف اور بندگی کا اظہار کرنا ہے تو کلمات (الفاظ) زیادہ کرنے کی ممانعت نہیں''۔

قبر پر بعد دفن اذان دینے سے منع کرنے والے حضرات سوچیں کہ قبر پر اذان دینے والے آخر کیا کرتے کیا ہیں؟ اپنے مسلمان میت کی آسانی کے لئے اللہ کا ذکر ہی تو کرتے ہیں، کوئی ناچ گانا یا فلمی ترانہ یا گالی گلوج تو بکتے نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا، اس کی کبریائی اور وحدانیت کا بیان، اس کی محبوب اعظم ﷺ کی رسالت، اور اپنی بندگی کا اقرار ہی تو کرتے ہیں۔ ان موذن کی زبان سے وہی الفاظ نکلتے ہیں جن کے کہنے اور سننے والے دونوں پر اجر و

ثواب مرتب ہوتا ہے پھر انہیں اس کار خیر سے کیوں روکا جاتا ہے؟ ارے معاملہ صرف اذان سے باز رکھنے تک ہی منحصر نہیں بلکہ ظلم وتشدد کا یہ عالم ہے کہ قبر پر اذان دینے کے معاملہ کو اتنا بڑھاتے ہیں کہ مار پیٹ تک کی نوبت پہنچ جاتی ہے، یہ کہاں کا انصاف ہے؟

دلیل نمبر 3:

حدیثوں سے ثابت ہے اور کتب فقہ میں بھی یہی حکم لکھا ہوا ہے کہ میت کے پاس نزع یعنی سکرات کی حالت میں کلمہ طیبہ **لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ** (ﷺ) پڑھا جائے۔ تاکہ اسے سن کر مرنے والے کو کلمہ شریف یاد آ جائے اور وہ دنیا سے جاتے وقت کلمہ شریف پڑھ لے تاکہ اس کا خاتمہ ایمان پر ہو اور اس کا آخری کلمہ، کلمہ طیبہ ہو۔

حضرت ابو سعید خدری، حضرت ابو ہریرہ اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

لَقِّنُوْا مَوْتَاکُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (سنن أبي دائود، باب في التلقين، ج۲، ص۸۸)

ترجمہ: ''اپنے مرنے والوں کو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ سکھاؤ۔

جو شخص جان کنی کی حالت میں ہے، وہ ابھی زندہ ہے لیکن ایسا مجبور ہوتا ہے کہ مثل مردہ اس کی حالت ہوتی ہے اور وہ مجازاً مردہ ہے، اسے کلمہ اسلام سکھانے کی حاجت اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عنایت سے اسے کلمہ یاد آ جائے اور اس کا خاتمہ اسی کلمہ پاک پر ہو اور وہ شیطان لعین کے بہکاوے اور بہلاوے میں نہ آئے۔

جو دفن ہو چکا ہے، وہ حقیقۃً مردہ ہے اسے بھی کلمہ پاک سکھانے کی حاجت ہے کہ بعون اللہ تعالیٰ جواب یاد ہو جائے اور شیطان کے بہکانے میں نہ آئے اور بے شک اذان میں یہی کلمہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تین مرتبہ ہے۔

بلکہ! **اذان کے کلمات منکر نکیر کے سوالات کے جوابات سکھاتے ہیں:**

منکر نکیر کے تین سوال ہیں:

(۱) مَنْ رَّبُّکَ — یعنی تیرا رب کون ہے؟

(۲) مَا دِیْنُکَ — یعنی تیرا دین کیا ہے؟

(۳) مَا کُنْتُ تَقُوْلُ فِیْ ھٰذَا الرَّجُلِ؟ — یعنی تو اس مرد یعنی نبی ﷺ کے بارے میں کیا اعتقاد رکھتا تھا؟

اب آیئے! دیکھیں کہ منکر نکیر کے مذکورہ تین سوالات کے جوابات اذان سے کس طرح معلوم ہوں گے؟

(۱) اذان کی ابتداء میں : اَللّٰہُ اَکْبَرُ ،اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ چارمرتبہ

- اذان کے درمیان : اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ دومرتبہ
- اذان کے درمیان : أَشْھَدُ أَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دومرتبہ ہے۔

یہ تمام کلمات منکر نکیر کے پہلے سوال تیرا رب کون ہے؟ کا جواب سکھائیں گے کہ ان کے سنتے ہی یاد آئے گا کہ میرا رب اللہ ہے۔

(۲) اذان کے درمیان میں : حَیَّ عَلَی الصَّلَاۃِ دومرتبہ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ دومرتبہ ہے۔

یہ کلمات منکر نکیر کے دوسرے سوال تیرا دین کیا ہے؟ کا جواب تعلیم کریں گے کہ میرا دین وہ تھا، جس کا نماز رکن اور ستون ہے۔ الصَّلَاۃُ عِمَادُ الدِّیْنِ یعنی نماز دین کا ستون ہے، یعنی میرا دین اسلام ہے، جس میں نماز پڑھنی فرض ہے۔

(۳) اذان کے درمیان میں : أَشْھَدُ أَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰہِ دو مرتبہ ہے۔

یہ کلمات اسے منکر نکیر کے تیسرے سوال کا جواب سکھائیں گے کہ میں انہیں اللہ تعالیٰ کا رسول جانتا تھا۔

المختصر! دفن کے بعد قبر پر اذان دینا عین ارشاد نبی ﷺ کی تعمیل ہے۔ یہاں تک ہم نے صرف تین دلیلیں پیش کی ہیں، جن کے مطالعہ سے قارئین کرام پر صاف ظاہر ہو گیا ہوگا کہ دفن کے بعد قبر پر اذان دینا جائز بلکہ مستحب ہے، اس مسئلہ کی جن صاحب کو تفصیلی معلومات درکار ہو، وہ امام اہل سنت مجدد دین و ملت، امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ و الرضوان کی کتاب **ایذان الاجر فی اذان القبر** (سن تصنیف ۱۳۰۷ھ) کا مطالعہ فرمائیں۔ اس کتاب میں آپ نے پندرہ دلائل قاہرہ سے اذان قبر کا جواز ثابت کیا ہے)۔

اذان قبر پر جاہلانہ اعتراض اور اس کا علمی جواب:

اذان قبر کے منکر بعض جہال یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اذان تو نماز کا اعلان کرنے اور کی اطلاع کے لئے ہوتی ہے۔ یہاں کون سی نماز ہوگی جس کے لئے اذان کہی جاتی ہے؟

یہ اعتراض سراسر جہالت پر مبنی ہے، ان کی جہالت انہیں کو زیب دیتی ہے، شریعت مطہرہ میں نماز کے علاوہ کئی موقعوں پر اذان دینا مستحب فرمایا گیا ہے مثلاً احادیث مبارکہ میں ہے کہ:

- جب شیطان کا کھٹکا ہو، تب اذان کہو، وہ دفع ہوجائے گا۔(طبرانی، المعجم الأوسط)
- جب آگ دیکھو، اَللّٰہُ اَکْبَرُ بکثرت تکرار کرو، وہ آگ بجھ جائے گی۔(مرقاۃ المفاتیح)
- جب کسی بستی میں اذان دی جائے، تو اللہ تعالیٰ اس دن اس بستی کو اپنے عذاب میں امن دیتا ہے۔(طبرانی، المعجم الکبیر، ج۱،ص۲۵۷)
- جب حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام جنت سے زمین (ہندوستان) میں اترے، انہیں گھبراہٹ ہوئی تو حضرت جبریل نے اتر کر اذان دی۔

(حلیۃ الأولیاء، ج۲،ص۱۰۷)

- ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر المؤمنین، مولائے کائنات، حضرت سیدنا علی مشکل کشا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غمگین دیکھا، ارشاد فرمایا: اے علی! میں تمہیں

غمگین پاتا ہوں، اپنے گھر والوں میں سے کسی سے کہو کہ وہ تمہارے کان میں اذان کہے، اذان غم اور پریشانی کو دفع کرتی ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح، ج۲،ص۱۴۹)

- حضرت سیدنا امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی ولادت ہوئی، تب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کان میں اذان کہی۔ (ترمذی اورابو داؤد)

اسی لئے آج ہر مسلمان کے گھر میں پیدا ہونے والا بچہ کے کان میں اذان دینے کا دستور و رواج ملت اسلامیہ میں شرق سے لے کر غرب تک اور شمال سے لے کر جنوب تک عام ہے۔

مندرجہ تمام مقامات و مواقع میں اذان کے بعد کوئی نماز نہیں ہے بلکہ ایک قاعدہ یاد رکھیں کہ اذان دینے سے نماز پڑھنا واجب یا فرض نہیں ہو جاتا۔ بلکہ نماز سے پہلے عام طور پر پانچوں وقت مسجد میں جو اذان دی جاتی ہے، وہ سنت مؤکدہ ہے اور یہ سنت مؤکدہ بھی جماعت قائم کرنے کے لئے ہے۔ اگر مسجد کے علاوہ کسی ایک مکان میں جماعت قائم کی جائے جہاں محلّہ کی مسجد کی اذان کی آواز پہنچتی ہے، تو اب جماعت قائم کرنے کے لئے اذان کہنا وہاں بھی سنت مؤکدہ نہیں بلکہ مستحب ہے۔

المختصر! ہر اذان کے بعد نماز نہیں اور اذان دینا کبھی کبھی حصول برکت اور دفع ضرر کے لئے بھی ہوتا ہے اور قبر پر دی جانے والی اذان اسی پر محمول کی جائے۔

اس جواب پر منکرین کے مضحکہ خیز اعتراض:

ابھی ہم نے چند ایسی اذانوں کا ذکر کیا جن کے نماز نہیں، مگر منکرین ان تمام اذانوں کو فراموش کر کے صرف بچے کے کان میں دی جانے والی اذان بطور دلیل پیش کرتے ہیں کہ نومولود یعنی تازہ پیدا شدہ بچے کے کان میں دی جانے والی اذان کے بعد تو نماز ہے۔ اور وہ نماز جو بعد موت ہوتی ہے، یعنی نماز جنازہ، لیکن یہ اذان دفن کے بعد قبر پر دی جاتی ہے، اس کی نماز کون سی ہے؟

سب سے پہلی بات یہ کہ بچے کے کان میں دی جانے والی اذان کو نماز جنازہ کی اذان بتانا خالص جہالت ہے، کسی کے مرنے سے سالہا سال پہلے اس کی ولادت کے وقت کان میں دی گئی اذان کو اس کی نماز جنازہ کی اذان بتانا نری جہالت ہی ہے۔ بچے کے پیدائش کے فوراً بعد اس کے کان میں جو اذان دی جاتی ہے وہ اذان شیطان کے ضرر اور شر سے محفوظ کرنے کے لئے دی جاتی ہے۔

مگر! پھر بھی میدان دلیل میں آکر منکرین کا یہ کہنا کہ بچہ کے کان میں دی جانے والی اذان، نماز جنازہ کی اذان ہے۔ اس ضعیف اور لاغر مریض دلیل کا جواب ترکی بہ ترکی یہ ہے:

جواب اعتراض:

اگر منکرین بچہ کے کان میں دی جانے والی اذان کو نماز جنازہ کی اذان مانتے ہیں تو نماز جنازہ صرف قیام یعنی کھڑے ہو کر ادا کی جاتی ہے اور اس نماز میں رکوع، سجدہ، قعدہ وغیرہ نہیں۔ صرف قیام ہے اور قیام نماز کے تمام افعال (کاموں) میں ادنیٰ فعل ہے۔ سب سے افضل فعلِ نماز سجدہ ہے، حدیث شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

> ''بندہ کو خدا سے سب سے زیادہ قرب حالت سجدہ میں حاصل ہوتا ہے''۔ (مسلم شریف)

نماز میں سب سے اعلیٰ فعل یعنی سجدہ نماز جنازہ میں نہیں، صرف ادنیٰ فعل یعنی قیام (کھڑے ہونا) سے ہی جنازہ کی نماز ہوتی ہے۔ پھر بھی یہ نماز مقبول ہے اور درست ہو جاتی ہے۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ بچے کے کان میں جو اذان دی جاتی ہے، اس اذان کو نماز جنازہ کی اذان اگر مان بھی لیں تو یہ کہنا ہوگا کہ اس اذان کے بعد صرف ادنیٰ افعال نماز یعنی قیام سے نماز ادا کی جاتی ہے۔

باقی رہا یہ سوال کہ دفن کے بعد قبر پر دی جانے والی اذان کے بعداب کون سی نماز ادا کی جائے گی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ:

قرآن مجید پارہ ۲۹، سورۂ قلم، آیت نمبر ۴۲ میں ہے:

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّ يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ

ترجمہ: ''جس دن ایک ساق کھولی جائے گی اور سجدہ کو بلائے جائیں گے تو نہ کرسکیں گے''۔ (کنزالایمان)

تفسیر:

اس آیت کی تفسیر میں امام المفسرین، رئیس المجتہدین، حضرت علامہ امام جلال الدین عبدالرحمٰن بن کمال السیوطی (المتوفی ۹۱۱ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

هُوَ عِبَارَةٌ عَنْ شِدَّةِ الْاَمْرِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِلْحِسَابِ وَ الْجَزَاءِ

(تفسیر جلالین شریف، مطبوعہ: بیروت، ص۵۶۵)

ترجمہ: ''قیامت کے دن کی سختی حساب اور جزاء کے معاملے میں''۔

یعنی جب کشف ساق ہوگا یعنی قیامت کے دن حساب اور جزا کے معاملہ میں سختی پیش آئے گی، اس دن بھی کفار اور منافقین سجدہ نہ کریں گے یعنی ان کو بلایا جائے گا لیکن وہ اپنے کفر اور نفاق کی وجہ سے سجدہ نہ کرسکیں گے۔

لیکن!

الحمدللہ! صحیح العقیدہ مومنین اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوں گا، بعد دفن قبر پر دی جانے والی اذان اس نماز کی اذان ہے۔ حالانکہ یہ نماز کا فعل سجدہ نماز جنازہ کے فعل قیام سے افضل ہے۔ منکرین کے اعتراض کا جواب قرآن سے مل گیا کہ بعد دفن قبر پر دی جانے والی اذان روزِ محشر ہونے والی نماز کی اذان ہے۔

لہٰذا بروزِ محشر جو لوگ نماز (سجدہ) ادا کریں گے، وہ بعد دفن قبر پر اذان دیتے ہیں اور

منافقین کشف ساق کے وقت یعنی روزِ محشر سجدہ ادا نہ کرسکیں گے، وہ قبر پر اذان نہیں دیتے بلکہ انکار کرتے ہیں اور سختی سے منع کرتے ہیں کیونکہ قیامت کے دن جب ان سے سجدہ ہی نہ ہوسکے گا تو پھر اس نماز کے لئے دفن کے بعد قبر پر کیوں اذان دیں؟۔

ایک مزید اعتراض اور اس کا جواب:

بعد دفن قبر پر اذان دینے کے منکر اور اس اذان کو سبب بنا کر جھگڑا فساد برپا کرنے والے منافقین زمانہ ایک بےتکی دلیل یہ بھی پیش کرتے ہیں کہ قبر پر اذان دینے کا حکم قرآن میں کہا ہے؟ قرآن مجید کی کون سی آیت میں لکھا ہوا ہے کہ میت کو دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان دو۔

اس کا جواب بہت آسان ہے، جب تم کسی چیز کے جواز کا ثبوت قرآن سے طلب کرتے ہو، تو انصاف کا تقاضا تو یہ ہے کہ ممانعت کا ثبوت بھی قرآن سے پیش کرنا تمہارے ذمہ ہے، لہٰذا اب ہم ان منافقینِ زمانہ سے سوال کرتے ہیں کہ بعد دفن قبر پر اذان دینے کی قرآن میں کہاں ممانعت ہے؟ بلکہ قرآن مجید کی کس آیت میں یہ ارشاد ہے کہ **''میت کو دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان مت دو''۔**

مزید برآں ہم منافقین سے ایک اہم بات یہ بھی کہتے ہیں کہ آپ ہر مسئلہ اور ہر فعل کا ثبوت اگر قرآن ہی سے طلب کرتے ہیں اور جس چیز کا ظاہر ثبوت قرآن سے نہیں پیش کیا جا سکتا ہے، اس پر عمل نہیں کرتے بلکہ اس کو سختی سے روکتے ہو، تو اب ہم پوچھتے ہیں کہ:

☆ پانچوں وقت کی نماز کی رکعات کی تعداد کیا ہے؟

ہر مسلمان جانتا ہے کہ:

☆ فجر میں چار رکعت ہیں (۲ سنت مؤکدہ + ۲ فرض = ۴)

☆ ظہر میں بارہ رکعات ہیں (۴ سنت + ۴ فرض + ۲ سنت + ۲ نفل = ۱۲)

☆ عصر میں آٹھ رکعات ہیں (۴ سنت غیر مؤکدہ + ۴ فرض = ۸)

- ☆ مغرب میں سات رکعات ہیں (۳ فرض + ۲ سنت + ۲ نفل = ۷)
- ☆ عشاء میں سترہ رکعات ہیں (۴ سنت غیر مؤکدہ + ۴ فرض + ۲ سنت + ۲ نفل + ۳ وتر + ۲ نفل = ۱۷)

اب آپ قرآن سے ان رکعات کا ثبوت پیش کریں، قرآن مجید کی وہ کون سی آیات ہیں جن میں یہ ارشاد ہے کہ:

- اے ایمان والو! فجر میں چار رکعات پڑھو۔
- اے ایمان والو! ظہر میں بارہ رکعات پڑھو۔
- اے ایمان والو! عصر میں آٹھ رکعات پڑھو۔
- اے ایمان والو! مغرب میں سات رکعات پڑھو۔
- اے ایمان والو! عشاء میں سترہ رکعات پڑھو۔

ارے حد تو یہ ہے کہ رکوع اور سجود کی تسبیحات کی تشریح و دلیل بھی آپ قرآن کی آیات سے نہیں پیش کر سکتے۔

- رکوع میں **سبحان ربی العظیم** پڑھتے ہیں۔
- سجدہ میں **سبحان ربی الاعلیٰ** پڑھتے ہیں۔

اب بتایئے! قرآن مجید کی کون سی آیات میں یہ حکم لکھا ہوا ہے کہ:

- اے نماز پڑھنے والو! رکوع میں **سبحان ربی العظیم** پڑھو۔
- اے نماز پڑھنے والو! سجدہ میں **سبحان ربی الاعلیٰ** پڑھو۔

بعد دفن قبر پر اذان دینے کے ثبوت میں اگر قرآن مجید کی آیت سے دلیل کا اصرار اور مطالبہ ہے تو پھر پانچوں وقت کی نماز کی رکعات اور رکوع و سجود کی تسبیحات کے لئے قرآن مجید کی آیت سے دلیل کیوں نہیں طلب کرتے؟ آدمی ایک مرتبہ پیدا ہوتا ہے اور ایک ہی مرتبہ مرتا ہے اور صرف ایک مرتبہ ہی دفن ہونے کی وجہ سے صرف ایک مرتبہ ہی اس کی قبر پر

اذان دی جاتی ہے، اس ایک مرتبہ والے کام پر منافقین زمانہ نے ایسا واویلا مچا رکھا ہے کہ قبرستان ہی میں مار پیٹ اور جھگڑا کر کے بیچارے مردوں کو بھی چین سے نہیں سونے دیتے اور خود روزانہ پانچ وقت کی کل اڑتالیس (۴۸) رکعات کے چھیانوے سجدوں میں ۲۸۸ مرتبہ **سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی** (ایک سجدے میں تین مرتبہ کے حساب سے پڑھتے ہیں) اور اس پڑھنے کی ان کے پاس قرآن سے کوئی دلیل نہیں۔

جو کام آدمی کی زندگی میں صرف ایک مرتبہ کیا جاتا ہے یعنی دفن کے بعد قبر پر اذان، اس کے لئے اتنا شور شرابا اور قرآن سے ثبوت مانگا جائے اور جو کام خود روزانہ ۲۸۸ مرتبہ کریں، اس کے لئے کوئی دلیلِ قرآن کی حاجت نہ سمجھنا کہاں کا انصاف ہے؟۔

منافقین کا آخری حربہ!......اور وہ بھی ناکام:

منافقین زمانہ قبر کے پاس دفن کے بعد دی جانے والی اذان کی ممانعت میں دلیل دینے سے جب عاجز آ جاتے ہیں، تو وہ اپنی پرانی عادت کے مطابق بدعت کا رونا روتے ہیں کہ یہ اذان بدعت ہے۔ اپنے زعم باطل کی بناء پر اس اذان کو بدعت کہنے کے بعد ایک حدیث کی رٹ لگاتے ہیں: ''**کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَ كُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ** ''یعنی ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں ہے۔

ان منافقین سے یہ پوچھو کہ جناب! آپ پہلے یہ بتائیں کہ بدعت کی کتنی قسمیں ہیں؟ تو بوکھلا جائیں گے اور بوکھلاہٹ میں کہیں گے کہ ارے بدعت کی بھی کبھی اقسام ہوتی ہیں؟ حدیث میں جب بدعت کو گمراہی فرما دیا گیا ہے تو اب بدعت گمراہی ہی ہے، بدعت جس قسم سے بھی ہو حدیث شریف کے ارشاد سے ہر بدعت گمراہی ہی ہے۔

منافقین زمانہ کے اس قول کا ذب کا جواب دیتے ہوئے یہ بتانا ہے کہ بدعت کی کئی اقسام ہیں، مثلاً:

(۱) بدعت اعتقادی (۲) بدعت عملی

(۳) بدعت حسنہ — (۴) بدعت سیئہ

(۵) بدعت جائز — (۶) بدعت مستحب

(۷) بدعت واجب — (۸) بدعت مکروہ

(۹) بدعت حرام

مندرجہ بالا اقسام میں کچھ بدعات ممنوع ہیں اور کچھ بدعات جائز، بلکہ ان کا کرنا ضروری ہے۔ قارئین کرام کی سہولت کے لئے ذیل میں ہم بدعات کا نقشہ ارقام کرتے ہیں۔

Qaber\01-Final.jpg not found.

ان تمام اقسام کی تفصیلی وضاحت یہاں ممکن نہیں صرف آپ اقسام بدعات کے سامنے دیئے گئے نشان سے یہ سمجھ لیں کہ

بدعت کی جس قسم کے سامنے یہ ( ) نشان ہے وہ جائز ہے۔

بدعت کی جس قسم کے سامنے یہ ( ) نشان ہے، وہ ناجائز اور منع ہے۔

بدعت واجب:

بدعت کی صرف ایک قسم پر اختصار کے ساتھ گفتگو کرنا یہاں ضروری سمجھتا ہوں، اور وہ ہے بدعت واجب۔ شاید منافقین زمانہ کو یہ نام سنتے ہی چکر آ جائے اور ان پر غشی طاری ہو جائے، کیونکہ بدعت اور واجب یہ دونوں منافقین زمانہ کے لئے متضاد ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ بدعت بھی کبھی واجب ہوتی ہے۔

عام طور پر قرآن مجید کا جو نسخہ پوری دنیا میں ہر سال لاکھوں کی تعداد میں چھپتا ہے، اس میں اعراب ہوتا ہے یعنی ہر لفظ پر زیر، زبر، پیش وغیرہ کی علامت ہوتی ہے اگر قرآن مجید میں اعراب نہ چھاپے جائیں اور بغیر اعراب کے صرف حروف والا ہی قرآن مجید شائع کیا جائے تو شاید ہی کوئی اسے صحیح پڑھ سکے بلکہ اچھے اچھے مولوی حضرات بھی قرآن مجید کو صحیح نہ پڑھ سکیں گے، نتیجتاً ایسی فاش غلطیاں ہوں گی کہ جس کی وجہ سے فساد معنی ہوں گے اور وہ فساد معنی یعنی مطلب کا بدل جانا کبھی کبھی کفر کی حد تک پہنچ جائیں گے مثلاً قرآن مجید، پارہ ۱۶، سورہ طٰہٰ، آیت نمبر ۱۲۱ میں ہے:

وَ عَصٰی اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰی

ترجمہ: یعنی آدم سے اپنے رب کے حکم میں لغزش واقع ہوئی تو جو مطلب چاہا تھا اس کی راہ نہ پائی۔ (کنزالایمان)

اگر اس آیت پر اعراب نہ ہوں اور کوئی اس آیت کو معاذ اللہ اس طرح پڑھے ''وَ

عَصٰی اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰی ''تو اس کے معنی معاذ اللہ یہ ہوں گے کہ آدم کے حکم میں اس کے رب سے لغزش واقع ہوئی تو جو مطلب چاہا تھا اس کی راہ نہ پائی۔ (معاذ اللہ)

اسی طرح سورہ فاتحہ میں ''اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ''یعنی جن پر تو نے احسان کیا۔ اس آیت کو اگر کوئی ''اَنْعَمْتُ عَلَيْهِمْ ''پڑھے گا تو اس کی معنی معاذ اللہ یہ ہوں گے کہ جن پر میں نے احسان کیا۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ نماز فاسد ہو جائے گی۔ لہٰذا قرآن مجید کے حروف والفاظ پر اعراب لگانے کی جب ضرورت محسوس کی گئی تو حجاج بن یوسف ثقفی (المتوفی ۹۶ ہجری) نے قرآن مجید میں اعراب لگوائے اور ایک روایت میں خلیفہ عبدالملک بن مروان (المتوفی ۸۶ ہجری) کے زمانہ میں اس کی درخواست سے امیر المومنین سیدنا مولا علی مشکل کشا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد رشید حضرت ابوالاسود دوَلی نے لگائے۔ (فتاویٰ رضویہ، مطبوعہ: رضا اکیڈمی، بمبئی، ج ۱۲، ص ۲۱)

المختصر! قرآن مجید میں اعراب لگانا ایسی سخت ضرورت ہے کہ اس کے بغیر چارہ نہیں، اور یہ اعراب قرآن حضور اقدس ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانہ میں نہ تھے، اور یہ ایسی بدعت ہے کہ جس کے بغیر چارہ نہیں لہٰذا ملت اسلامیہ کے فقہاء نے اسے نہ صرف جائز قرار دیا ہے بلکہ اس کو واجب فرمایا ہے لہٰذا یہ بدعت واجب ہے۔

اگر منافقین زمانہ صحیح معنی میں بدعت کے مخالف ہیں اور ان کے نزدیک ہر بدعت گمراہی ہے تو ان پر لازم ہے کہ جس قرآن مجید کے نسخے میں اعراب لگے ہوئے ہوں، ان کو ہاتھ تک نہ لگائیں اور پورے قرآن سے اعراب مٹا دیں۔

حدیث شریف کا فرمان:

ہر نیک اور جائز کام کے لئے قرآن مجید سے صریح حکم کا مطالبہ کرنا نری جہالت ہے۔ ہر فعل کا الگ الگ اور صراحت سے حکم قرآن مجید میں نہیں پایا جا سکتا بلکہ لاکھوں کی تعداد میں وارد احادیث مبارکہ میں بھی پایا جانا مشکل ہے، اسی لئے تو سرکار دو عالم ﷺ

نے ارشاد فرمایا ہے:

رَوَى الْبَزَّارُ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَا أَحَلَّ اللّٰهُ فِيْ كِتَابِهٖ فَهُوَ حَلَالٌ وَ مَا حَرَّمَ فَهُوَ حَرَامٌ، وَ مَا سَكَتَ عَنْهُ فَهُوَ عَفْوٌ، فَقَابِلُوْا مِنَ اللّٰهِ عَافِيَتَهٗ، فَإِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُنْ لِيَنْسٰى شَيْئًا، ثُمَّ تَلَا "وَ مَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا" قَالَ الْبَزَّارُ: إِسْنَادُهٗ صَالِحٌ وَ صَحَّحَهُ الْحَاكِمُ

(البدعة الحسنة اصل من اصول التشريع، ص۱۰۸)

ترجمہ: ''حضرت بزار نے حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرمایا کہ انہوں نے کہا کہ حضور اقدس ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں جو حلال فرمایا ہے، وہ حلال ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں جو حرام فرمایا ہے، وہ حرام ہے اور جس امر کے تعلق سے سکوت فرمایا ہے (یعنی نہ حلال کیا گیا نہ حرام) وہ معاف ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ سے عافیت طلب کرو، پس بے شک اللہ تعالیٰ کبھی کوئی چیز فراموش نہیں کرتا، پھر یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی ''وَ مَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ''(سورہ مریم، آیت ۶۴، پارہ ۱۶) یعنی تیرا رب بھولنے والا نہیں''۔

(بزار نے کہا کہ اس حدیث کی اسناد صحیح ہیں اور حاکم نے بھی اسے صحیح فرمایا ہے)۔

ایک اور حدیث:

وَ رَوَى الدَّارَ قُطْنِيُّ عَنْ أَبِيْ ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ فَرَضَ فَرَائِضَ فَلَا تُضِيْعُوْهَا وَ حَدَّ حُدُوْدًا فَلَا تَعْتَدُوْهَا، وَ حَرَّمَ أَشْيَاءَ فَلَا تَنْهَكُوْهَا، وَ سَكَتَ عَنْ أَشْيَاءٍ رَحْمَةً بِكُمْ مِنْ غَيْرِ نِسْيَانٍ فَلَا تَبْحَثُوْا عَنْهَا

(البدعة الحسنة اصل من اصول التشريع، ص١٠٨)

ترجمہ: ''اور دارقطنی نے حضرت ابوثعلبہ خشنی سے روایت کیا کہ حضور اقدس ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے کچھ فرائض فرض کئے ہیں تو انہیں مت چھوڑو اور کچھ حدیں مقرر فرمائی ہیں تو اس سے آگے مت بڑھو، اور کچھ چیزیں حرام فرمائی ہیں تو اسے مت کرو اور کچھ چیزوں سے خاموشی اختیار فرمائی ہے اور یہ خاموشی اختیار کرنا تم پر رحم کرتے ہوئے بغیر بھولے ہیں، تو ان معاملوں کے پیچھے مت پڑو''۔

مندرجہ بالا دونوں احادیث کریمہ صاف حکم فرما رہی ہیں کہ

☆ اللہ تعالیٰ نے جن کاموں کو حرام فرمایا ہے، وہ حرام ہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ نے جن کاموں کو حلال فرمایا ہے، وہ حلال ہیں۔

لیکن قرآن مجید میں جن کاموں کے متعلق صریح اور صاف وضاحت نہیں فرمائی گئی کہ یہ کام حلال ہیں یا حرام؟ بلکہ ان کاموں کے تعلق سے سکوت فرمایا گیا ہے، وہ کام معاف ہیں، لیکن ان کاموں میں صرف اتنا ہی دیکھا جائے گا کہ ان کاموں کے کرنے سے شریعت مطہرہ کی خلاف ورزی نہ ہونی چاہئے یا ان کاموں کے کرنے سے کوئی سنت ختم نہ ہوتی ہو۔

ایک ضروری بات کی طرف قارئین کرام کی توجہ درکار ہے کہ مندرجہ دونوں احادیث میں سے دوسری حدیث کے جو الفاظ ہیں کہ ''وَ سَكَتَ عَنْ أَشْيَاءٍ رَحْمَةً بِكُمْ مِنْ غَيْرِ نِسْيَانٍ فَلاَ تَبْحَثُوْا عَنْهَا ''یعنی ''اور خاموشی اختیار کرنا، تم پر رحم کرتے ہوئے ہے، بغیر بھولے''۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ کاموں کے تعلق سے سکوت اختیار فرمایا ہے، وہ بھول کر نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ بھولنے سے پاک ہے، بلکہ ہم پر رحم و کرم فرماتے ہوئے سکوت فرمایا ہے، اگر ان کاموں کو واجب یا فرض کر دیا گیا ہوتا، تو اس کے کرنے کی ذمہ داری اور فکر لازم آتی ہے اور اس کی ترک پر گناہ کا جرم عائد ہوتا اور اگر ان کاموں کو

ناجائز یا حرام قرار دیا گیا ہوتا تو اس سے بچنے اور اس سے اجتناب کا التزام کرنا پڑتا اور اس کے کر لینے سے خلاف شرع کام کا ارتکاب، گناہ ہوتا، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم ﷺ کے صدقے و طفیل میں کچھ کاموں کے تعلق سے کسی قسم کا صریح حکم نازل نہیں فرمایا۔ لہٰذا ہم پر لازم ہے کہ ایسے کاموں کے بارے میں زیادہ جھک جھک اور بک بک نہ کریں اور نہ ہی ان کاموں کے بارے میں کرید کرید کر ہندی کی چندی کریں، کیونکہ حدیث شریف میں صاف حکم ہے کہ ''فَلاَ تَبْحَثُوْا عَنْهَا'' یعنی ''ان معاملوں کے پیچھے مت پڑو''۔

لہٰذا میت کو دفن کرنے کے بعد قبر دی جانے والی اذان کے مسئلہ میں جب جواز کی اتنی ساری دلیلیں موجود ہیں اور یہ کام فی نفسہ اچھا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے ذکر پر مشتمل ہے تو ایسے جائز و مستحب کام کے سلسلہ میں جھگڑا، فساد، مار پیٹ، گالی گلوج جیسے رذیل افعال کا ارتکاب کر کے تفریق بین المسلمین یعنی مسلمانوں میں آپس میں پھوٹ ڈالنا اور فتنہ برپا کرنا ناقابل معافی جرم ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تراویح کی جماعت کو اچھی بدعت کہا:

دور حاضر کے منافقین بات بات پر ''بدعت، بدعت'' کا واویلا مچاتے ہیں اور ''ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں ہے'' کا شور برپا کرتے پھرتے ہیں۔ اوراق سابقہ میں ہم نے بدعت واجب کا تذکرہ کیا ہے جس میں صاف ثابت ہو گیا کہ کچھ بدعات واجب بھی ہوتی ہیں۔

امیر المؤمنین خلیفۃ المسلمین غیظ المنافقین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی ایک نئے کام کو ''بدعت'' اور وہ بھی ''اچھی بدعت'' فرمایا ہے۔

ملاحظہ فرمائیں:

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ الْقَارِيِّ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَيْلَةً فِيْ رَمَضَانَ إِلَى الْمَسْجِدِ فَإِذَا

النَّاسُ اَوْزَاعٌ مُتَفَرِّقُوْنَ فَيُصَلِّيْ الرَّجُلُ لِنَفْسِهٖ وَ يُصَلِّيْ الرَّجُلُ فَيُصَلِّيْ بِصَلَاتِهِ الرَّهْطُ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَ اللّٰهِ إِنِّيْ لَأَرٰى لَوْ جَمَعْتُ هٰؤُلَآءِ عَلٰى قَارِئٍ وَاحِدٍ لَكَانَ أَمْثَلَ ثُمَّ عَزَمَ فَجَمَعَهُمْ عَلٰى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهٗ لَيْلَةً أُخْرٰى وَ النَّاسُ يُصَلُّوْنَ بِصَلَاةِ قَارِئِهِمْ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ نِعْمَ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ ...... الخ

(السنن الکبری للبیهقی، کتاب الصلاۃ، باب قیام شهر رمضان، ج۲، ص۴۹۳، مطبوعہ: بیروت، لبنان)

ترجمہ: ''حضرت عبدالرحمٰن بن عبدالقاری سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ رمضان کی ایک رات میں مسجد پہنچا تو لوگ الگ الگ نمازیں پڑھ رہے تھے۔ ہر شخص اپنی اپنی نمازیں پڑھ رہا تھا، تو عمر بن خطاب نے فرمایا: قسم خدا کی میں سمجھتا ہوں کہ اگر میں ان لوگوں کو ایک امام پر جمع کر دوں تو یہ زیادہ بہتر ہوگا۔ پھر عمر بن خطاب نے ارادہ فرمایا اور ابی بن کعب کو امام مقرر فرما دیا۔ راوی کہتے ہیں پھر میں عمر بن خطاب کے ساتھ دوسری رات مسجد پہنچا تو لوگ ایک امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں، یہ دیکھ کر عمر بن خطاب نے فرمایا: ''کیا ہی عمدہ ہے یہ بدعت''۔

اس حدیث کے الفاظ میں ''نِعْمَ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ'' یعنی ''کیا ہی عمدہ ہے یہ بدعت'' غور طلب ہیں۔ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تراویح کی نماز باجماعت پڑھنے کو اچھی بدعت فرمایا، لہٰذا ہم اس ضمن میں طویل بحث نہ کرتے ہوئے صرف اتنا ہی عرض کرتے ہیں کہ ہر بدعت بری نہیں۔ بعض بدعات اچھی بھی ہیں اور بعض بدعات تو ایسی ضروری ہیں کہ ہماری دینی معاملات میں ایسی گھل مل گئی ہیں کہ ان بدعات کے ارتکاب کے

بغیر کوئی چارہ نہیں، مثلاً قرآن مجید میں اعراب، مساجد میں حوض، وضو کے لئے پانی کے نل وغیرہ، علاوہ ازیں کتاب احادیث کو ترتیب دینا، اس کی طباعت و اشاعت، کتاب اصول حدیث، کتب اصول فقہ کو ترتیب دینا، اس کی طباعت و اشاعت، اصول اور اصول فقہ کا علم، صرف و نحو کی تعلیم اور صرف و نحو کی کتابیں لکھنا، مرتب کرنا، چھاپنا وغیرہ ہزاروں بدعات ایسی ہیں جن کا ہمارے کئی دینی معاملات کے ساتھ چولی دامن کا ساتھ جیسا سابقہ ہے۔

منافقین زمانہ صرف عظمت انبیاء و اولیاء سے اور فلاح مومنین کے تعلق سے کئے جانے والے کاموں پر ہی بدعت کا فتویٰ تھوپتے ہیں، حالانکہ وہ خود ہزاروں بدعات کے ارتکاب میں ملوث بلکہ غرق ہیں۔

بقول رشید احمد گنگوہی بخاری شریف کا ختم بدعت نہیں:

منافقین پیدا کرنے والی فیکٹری یعنی دارالعلوم دیوبند میں ہر سال بخاری شریف کا ختم ہوتا ہے، علاوہ ازیں کسی مصیبت کے وقت بخاری شریف کا ختم کرنے کے تعلق سے وہابی دیوبندی جماعت کے امام ربانی اور تبلیغی جماعت کے بانی مولوی الیاس کاندھلوی کے استاد و پیر مولوی رشید احمد گنگوہی کا ایک فتویٰ ملاحظہ فرمائیں:

سوال:

''کسی مصیبت کے وقت بخاری شریف کا ختم کرانا قرون ثلاثہ سے ثابت ہے یا نہیں؟ اور بدعت ہے یا نہیں؟''

جواب:

''قرون ثلاثہ میں بخاری تالیف نہیں ہوئی تھی مگر اس کا ختم درست ہے کہ ذکر خیر کے بعد دعا قبول ہوتی ہے، اس کا اصل شرع سے ثابت ہے، بدعت نہیں۔ فقط رشید احمد عفی عنہ''

(فتاویٰ رشیدیہ، مبوب بطرز جدید، ناشر: مکتبہ تھانوی، دیوبند، ص۱۶۶)

قارئین کرام سے مؤدبانہ التماس ہے کہ اس فتوے کا بنظر عمیق مطالعہ فرمائیں، اس

فتوے کے حسب ذیل جملے غور طلب ہیں:

☆ **قرون ثلاثہ میں بخاری تالیف نہیں ہوئی تھی، مگر اس کا ختم درست ہے۔**

اس جملے میں صاف اقرار کیا گیا ہے کہ قرون ثلثہ یعنی صحابہ کرام، تابعین عظام اور تبع تابعین کے زمانہ میں بخاری شریف تالیف نہ ہونے کی وجہ سے بدعت ہونے کے باوجود اس کا ختم درست ہے۔ کیوں؟

اس لئے کہ ہر سال دارالعلوم دیوبند میں بخاری شریف کا ختم بڑے اہتمام اور نمود و نمائش کے ساتھ ہوتا ہے۔

☆ **ذکر خیر کے بعد دعا قبول ہوتی ہے۔**

تو ہم بھی میت کو دفن کرنے کے بعد جو اذان دیتے ہیں وہ اذان ذکر خیر نہیں تو اور کیا ہے؟ اذان کے تمام جملے ذکر اللہ، ذکر رسول اور دعوت نیکی پر مشتمل ہونے کی وجہ یقیناً اور بلا شک وشبہ ذکر خیر ہی ہیں اور اس طرح اذان کے ذریعہ ذکر خیر کرنے کے بعد ہم میت کے لئے منکر نکیر کے سوالات کے جوابات دینے میں ثابت قدم رہنے کی دعا کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ ہماری دعا قبول ہوگی اور مردہ ثابت قدم رہ کر نکیرین کو صحیح جواب دے گا کیونکہ ’’ذکر خیر کے بعد دعا قبول ہوتی ہے‘‘۔

☆ **اس کا اصل شرع سے ثابت ہے، بدعت نہیں۔**

تو اذان قبر کا اصل بھی شرع سے ثابت ہے، اس کتاب میں درج دلیل نمبر ۱، ۲ اور ۳ سے اذان قبر کا شرع سے ثابت ہونا روز روشن کی طرح ظاہر ہے، لہٰذا یہ بھی بدعت مذمومہ کے حکم میں نہیں۔

الحمدللہ! منافقین زمانہ کے پیشوا مولوی رشید احمد گنگوہی کے ختم بخاری کے بدعت نہ ہونے کے فتویٰ پر منطبق کر کے اذان قبر بھی بلا شک وشبہ بدعت نہیں۔

المختصر! ہم اذان قبر کے ذریعہ اپنے مسلمان میت کی اعانت کرتے ہیں اور اپنے مسلمان بھائی کی مدد کرنا بحکم حدیث محمود اور ماجور ہے۔